طرح ان مقامات کے قدیم معابد میں سے دریافت شدہ پانچ سے سات ہزار سالہ قدیم تاریخی آثار میں مختلف دیوی دیوتاؤں کے مجسموں کے علاوہ نہ صرف بیل کے مجسمے ملے ہیں بلکہ بیل کی صورت میں کاشی کاری، مصوری اور نقاشی بھی ملی ہے۔ معابد یا معابد کے قرب و جوار میں نہ گائے کا مجسمہ ملا ہے اور نہ ہی تصویر کشی، نقاشی اور کاشی کاری میں گائے نظر آتی ہے، یہ تمام شواہد واضح کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل بچھڑے کی محبت و عقیدت میں گرفتار تھے اس لئے انہیں بچھڑا ذبح کرنے کا حکم دے کر یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ بقرۃ کی جنس بیل، گائے، بھینس، بھینسا، سانڈ، نیل گائے یا جنگلی گائے (نر و مادہ) کوئی بھی محبت، تعظیم اور پرستش کے لائق نہیں ہے، البتہ اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں کہ گاؤ ماتا کا تصور صرف ہند کے مشرکین میں نظر آتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

مقالہ نگاروں کے لیے خصوصی ہدایات

۱۔ مقالات علمی، فکری و تحقیقی نوعیت کے ہونے چاہئیں۔

۲۔ مقالات فل اسکیپ سائز کے اوراق پر کاغذ کے ایک طرف خوشخطی سے لکھے جائیں۔

۳۔ کمپوزڈ مقالات مع سی ڈی کے قابل ترجیح ہونگے۔

۴۔ بہتر ہوگا کہ مقالے کی اصل کاپی کے ساتھ دو نقول بھی ارسال فرمائیں۔

۵۔ مقالات ریفریز کی مثبت رپورٹ کے بعد شائع کیے جائیں گے۔

۶۔ مقالہ نگار حضرات پہلے سے شائع شدہ مقالات ہرگز نہ بھیجیں۔ ورنہ ان کے مضامین کی اشاعت آئندہ کے لیے روک دی جائے گی۔

نوٹ: مجلس التفسیر بعض نامور علماء و مشاہیر اساتذہ کے جو علمی، فکری و تحقیقی مضامین منتخب کرکے شائع کرتی ہے وہ دراصل علمی و دینی خدمت کے پیش نظر ایسا کرتی ہے۔ مجلس التفسیر یہ سمجھتی ہے کہ نئے مگر معیاری مضامین و مقالات سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ پرانے مگر معیاری مضامین شائع کیے جائیں۔

(مجلس التفسیر)

یہود کا مذہبی ادب ۔ قرآن کی نظر میں

سید عامر علی
رکن مجلس التفسیر، کراچی

دنیا کے کسی بھی مذہب کو سمجھنے کے سلسلے میں اہل مذہب کے دینی ادب کی اہمیت کو کسی طور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے نزدیک کسی بھی مذہب کو سمجھنے کے لیے سب سے صحیح اور موثر ذریعہ اس کی مذہبی کتابیں ہیں اور مذہبی کتابوں سے آگاہی حاصل کرکے ہی اس مذہب کے صحیح خدوخال اور اصل روح تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اس اصول کی روشنی میں سب سے پہلے یہودیت کے دینی ادب کا مختصر تعارف پیش کریں گے اور پھر اس پر قرآن مجید کی روشنی میں ایک تحقیقی اور جامع بحث کریں گے۔ (انشاء اللہ عز وجل) ''وما توفیقی الا باللہ''

یہودیت کے دینی ادب کا مختصر تعارف

یہودیت کے دینی ادب کو عہد عتیق Old testament کہا جاتا ہے جو بائبل Bible کا ایک حصہ ہے۔ عہد عتیق کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ معتبر کتب: جس کی صحت پر جمہور علماء یہود و نصاریٰ متفق ہیں۔

ب۔ غیر معتبر کتب: جس کی صحت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

الف: عہد عتیق کی پہلی قسم (معتبر کتب):

عہد عتیق کی یہ قسم یہودیوں کے ۳۸ مقدس صحیفوں پر مشتمل ہے شروع کے پانچ صحیفوں کے مجموعے کو تورات کہا جاتا ہے۔

تورات کے مشمولات:

۱۔ سفرِ تکوین: اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے لوگوں اور خاص طور پر آلِ یعقوب کا حال بیان ہوا ہے۔ اس مجموعہ کو پیدائش بھی کہتے ہیں۔

۲۔ سفرِ خروج: اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لے کر ان کے اعلانِ نبوت، کوہِ طور پر جانے اور ان کو احکام دیئے جانے تک کے احوال مذکور ہیں۔

۳۔ سفرِ احبار: اس میں بڑی خصوصیت کے ساتھ بنی اسرائیل کی عبادتوں کے طریقے کا ذکر ہے۔

۴۔ سفرِ عدد: اس میں خروج کے بعد کے بنی اسرائیل کے احوال مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ تدریجی احکام و قوانین کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔ سفرِ استثناء: اس میں تاریخی پس منظر پر نظر ڈالی گئی ہے۔ یہ صحیفہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ذکر پر ختم ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا پانچ صحائف کو اصل تورات کہا جاتا ہے اور اس کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے۔ عہد عتیق میں تورات کے پانچ صحائف کے بعد ۳۳ صحائف شامل ہیں۔ جو مختلف انبیاء علیہ السلام کی طرف سے منسوب ہیں ذیل میں ان ۳۳ صحائف کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ کتاب یوشع بن نون[۴]	۲۔ کتاب القضاۃ[۵]
۳۔ کتاب راعوت[۶]	۴۔ سفر صموئیل اول[۷]
۵۔ سفر صموئیل ثانی[۸]	۶۔ سفر ملوک الاول[۹]
۷۔ سفر ملوک الثانی[۱۰]	۸۔ السفر الاول من اخبار الایام[۱۱]
۹۔ السفر الثانی من اخبار الایام[۱۲]	۱۰۔ السفر الاول لعزرا[۱۳]
۱۱۔ السفر الثانی لعزرا[۱۴]	۱۲۔ کتاب ایوب[۱۵]
۱۳۔ زبور[۱۶]	۱۴۔ امثال سلیمان[۱۷]
۱۵۔ کتاب الجامعہ[۱۸]	۱۶۔ کتاب نشید الانشاد[۱۹]
۱۷۔ کتاب اشعیاء[۲۰]	۱۸۔ کتاب ارمیاہ[۲۱]
۱۹۔ مراثی ارمیاہ[۲۲]	۲۰۔ کتاب حزقیال[۲۳]
۲۱۔ کتاب دانیال[۲۴]	۲۲۔ کتاب ہوشع[۲۵]
۲۳۔ کتاب یوایل[۲۶]	۲۴۔ کتاب عاموس[۲۷]
۲۵۔ کتاب عبدیاہ[۲۸]	۲۶۔ کتاب یوناہ[۲۹]
۲۷۔ کتاب میخا[۳۰]	۲۸۔ کتاب ناحوم[۳۱]
۲۹۔ کتاب حبقوق[۳۲]	۳۰۔ صفونیا[۳۳]
۳۱۔ کتاب حجی[۳۴]	۳۲۔ کتاب ذکریا[۳۵]
۳۳۔ کتاب ملاخیا[۳۶]	

مذکورہ بالا ۳۸ کتب جمہور علماء یہود کے نزدیک معتبر و تسلیم شدہ ہیں سوائے سامری فرقہ[۳۷] کے کہ ان کی نزدیک صرف سات کتابیں مسلّم ہیں جن میں پانچ تورات، کتاب یوشع بن نون اور کتاب القضاۃ شامل ہیں۔

ب: عہد عتیق کی دوسری قسم (غیر معتبر کتب):

عہد عتیق کی دوسری قسم کل ۹ صحائف پر مشتمل ہے۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن کی صحت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ کتاب آستر[۳۸]	۲۔ کتاب باروخ[۳۹]
۳۔ کتاب دانیال کا ایک جزو[۴۰]	۴۔ کتاب طوبیا[۴۱]
۵۔ کتاب یہودیت[۴۲]	۶۔ کتاب دانش[۴۳]
۷۔ کلیسائی پندو نصائح[۴۴]	۸۔ کتاب المقابیین الاول[۴۵]
۹۔ کتاب المقابیین الثانی[۴۶]	

متذکرہ بالا تمام کتاب مختلف انبیاء علیہ السلام کی نسبت سے یہودیوں کے مذہبی ادب کا حصہ ہیں۔ ہمارے نزدیک ان میں سے کسی کتاب کو قطعیت کے ساتھ کسی نبی کی طرف سے منسوب نہیں کیا جا سکتا سوائے ''کتاب زبور'' کے کہ جس کا حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب ہونا نص قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ جس روایت کی تصدیق قرآن مجید کرتا ہو وہ یقیناً مقبول ہے اور اگر تکذیب کرتا ہو تو یقینی طور پر مردود ہے اور اگر اس کی تصدیق و تکذیب سے قرآن خاموش ہے تو ہم بھی خاموشی اختیار کریں گے نہ تصدیق کریں گے اور نہ تکذیب۔

راقم الحروف نے خوفِ طوالت کے زیر اثر یہودیت کے مذہبی ادب کے مختصر تعارف پر اکتفا کیا ہے جب کہ اس کے برعکس مناظرِ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اپنی کتاب[۴۷] میں بڑی تفصیل کے ساتھ یہودیت کے مذہبی ادب پر محققانہ تبصرہ کیا ہے۔

حوادث زمانہ کے ہاتھوں تورات کا تلف ہونا اور اس کی نشاۃ ثانیہ

تاریخ سے ثابت ہے کہ حوادث زمانہ کے ہاتھوں تورات کئی بار تلف ہوئی۔ ۷۰۰ قبل مسیح میں سنے کرب حملہ آور ہوا اور یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ ۶۰۰ قبل مسیح میں بخت نصر حملہ آور ہوا اور یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس تباہی کا ذکر قرآن مجید[۴۹] نے بھی کیا اور اس تباہی میں تورات خاکستر ہو گئی اور یہودیوں کو مملکت بابل میں جلاوطن کر دیا گیا۔ تیسری دفعہ ۱۷۰ قبل مسیح میں یونانی بادشاہ انٹیوکس نے یروشلم پر حملے کیے، مقدس صحیفوں کو جلایا اور یہودیوں کا قتل عام کیا۔ ۷۰ء میں چوتھی مرتبہ شہزادہ روم نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے پیوند خاک کر دیا۔ شہزادہ روم کے حملے کے تقریباً ۶۵ سال بعد یہودوں کا رومیوں سے پھر مقابلہ ہوا جس میں پانچویں دفعہ یہودی شکست سے دوچار ہوئے۔ پھر ۴۰۰ء کے قریب چھٹی مرتبہ وحشی اقوام یہودیوں پر حملہ آور ہوئیں جس کے نتیجے میں یہودیوں کے مکتوبات، صحیفے اور کتب خانے نذر آتش ہو گئے۔ ساتویں مرتبہ ۶۱۳ء میں شاہ ایران خسرو پرویز نے یروشلم پر چڑھائی کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ اس تمام تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہودیوں کے اصل صحائف مقدسہ حوادث زمانہ کی نذر ہو گئے۔[۵۰]

تورات کی نشاۃ ثانیہ:

تحقیق سے اس بات کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا کہ موجودہ صحائف تورات کب مرتب ہوئے عام خیال یہ ہے کہ بخت نصر کے یروشلم پر حملے کی تقریباً نصف صدی کے بعد عزرا نبی (حضرت عزیر علیہ السلام) نے اسیری کے زمانے میں اسفار موسیٰ کو بالمعنی طور پر جمع کیا لیکن اس کے بعد یونانیوں اور رومیوں کے مسلسل حملوں نے ایک بار پھر بخت نصر کی یاد تازہ کر دی جس کے نتیجے میں یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کی جمع کردہ تورات سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس کے بعد یہوواہ مقافی نے تورات کی بالمعنی طور پر ازسر نو تدوین کی مگر اس کے باوجود یہ کئی بار ضائع ہوتی رہی اور اسے بار بار جمع کیا جاتا رہا۔[۵۱]

فلسطین طویل عرصے تک سکندر اعظم کے زیر اقتدار رہا۔ سکندر اعظم نے اپنی فتوحات کا سلسلہ یہاں تک وسیع کیا کہ اس کی فوجیں پنجاب تک اپنی فتح کے علم گاڑتی ہوئی بڑھتی چلی گئیں۔[۵۲] سکندر اعظم کی عالمگیر فتوحات کے سیلاب نے حکومت کے ساتھ یہودیوں کے علوم و آداب پر بھی گہرا اثر ڈالا جس کے نتیجے میں ۲۸۰ قبل مسیح میں تورات کی تمام کتابیں یونانی زبان میں منتقل کر دی گئیں اور رفتہ رفتہ اصل عبرانی نسخہ متروک ہو کر یونانی ترجمہ رائج ہو گیا۔[۵۳]

موجودہ تورات کے متعلق یہودی اور عیسائی علماء و مفکرین کا نظریہ

تورات میں تحریف اور بگاڑ پیدا ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ وہ سات بار تباہ و برباد ہو کر کرۂ ارض سے ناپید ہوئی۔ کسی کتاب کا اتنی بار صفحۂ ہستی سے مٹنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کتاب اپنی اصلی حالت میں قائم نہیں رہی۔ یہ دلیل اتنی روشن تھی کہ جس کی ضیاء پاشی کے سامنے یہودی اور عیسائی علماء کے چراغ بھی ماند پڑ گئے اور آخر کار انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ تورات تحریف و تبدیل سے مبرا نہیں ہے۔ یہود و نصاریٰ کے انہی اعترافات کو بیان کرتے ہوئے دور حاضر کے مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رقم طراز ہیں۔

''پہلی صدی عیسوی تک تمام یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ متفقہ عقیدہ تھا کہ تورات باقی تمام صحائف سمیت یعنی مکمل عہد نامہ قدیم لفظاً لفظاً وحی منزل من اللہ (اللہ کا کلام) ہے۔ اوریجن متوفی ۲۵۴ء پہلا عیسائی عالم تھا جس نے یہ اعتراف کیا کہ عہد نامہ قدیم کی بعض عبارتیں معنوی طور سے صحیح نہیں ہیں اور بعض عبارات اخلاقی اعتبار سے پست اور مذموم ہیں۔۔۔۔ اسی طرح ایک ہسپانوی یہودی عالم ابن عذراء متوفی ۱۱۶۷ء نے تحقیق کی کہ صحائف خمسہ (تورات) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کی تالیف ہیں۔ ایک فاضل جرمن عالم راوماروس متوفی ۱۷۶۷ء نے بائبل کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کیا''۔[۵۴]

انسائیکلوپیڈیا کا اعتراف:

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا انگلستان کے بہت سے علماء کی متفقہ تالیف ہے جس میں واضح طور پر تورات کے الہامی نہ ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

''وہ تمام حالات و واقعات جو اس (تورات) میں بیان کیے گئے ہیں جیروم، کرومیس، پروکوپس اور بہت سے دوسرے علماء کہتے ہیں کہ ان کا ہر قول الہامی نہیں ہے''۔[۵۵]

انسائیکلوپیڈیا امیریکا میں بھی عہد نامہ قدیم کو خدائی کتاب ماننے سے انکار کیا گیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ عہد نامہ قدیم اپنے ابتدائی زمانہ میں کوئی مذہبی تقدس نہیں رکھتا تھا اس لیے جہاں بھی تبدیلیوں سے مضمون میں اصلاح کی امید کی جاتی تھی وہاں تبدیلیاں کر دی جاتی تھیں''۔[۵۶]

قرآن کی رو سے تورات کی حیثیت

قرآن کریم کی رو سے تورات کا دین وہی تھا جو خود قرآن کا دین ہے اور موسیٰ علیہ السلام اسی

طرح اسلام کے پیغامبر تھے جس طرح نبی کریم ﷺ ہیں۔ ابتداء میں بنی اسرائیل اسی دین کے عالم تھے مگر بعد میں انہوں نے اصل دین میں اپنی خواہشات کے مطابق تبدیلیاں کر کے ایک نیا مذہبی نظام یہودیت ۵۷ کے نام سے بنالیا۔ اسطرح تورات کی دو حیثیتیں ہیں ایک اصل تورات جو منزل من اللہ ہے اور قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔ دوسری موجودہ تورات جس کے محرف ہونے پر نہ صرف قرآن شاہد ہے بلکہ خود علماء یہود بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اصل تورات منزل من اللہ ہے:

قرآن مجید میں کئی مقامات پر تورات کے لیے تعریفی اور ستائشی کلمات استعمال ہوئے ہیں۔ تورات کی تعریف کرنا قرآن کریم کا امتیاز ہے ورنہ کسی اور مذہبی کتاب نے کسی دوسری مذہبی کتاب کی اس قدر تعریف اور ستائش نہیں کی۔ قرآن مجید تورات کو کہیں ہدایت اور نور ۵۸ قرار دیتا ہے تو کہیں فرقان، ضیاء اور نصیحت ۵۹ جیسی تعریفی سند عطا کرتا ہے۔ قرآن کریم کا اس قدر تعریف کرنا ہی تورات کے منزل من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ تورات کے منزل من اللہ ہونے پر دوسری بڑی دلیل قرآن کا تورات کی تصدیق کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ وانزل التورۃ''۔۶۰

مذکرہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن کہتے ہیں:

''قرآن کریم تورات کی تصدیق کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان اجزاء (تورات) کو جمع کر کے جب قرآن سے ان کا تقابل کیا جاتا ہے تو بجز اس کے کہ بعض مقامات پر جزوی احکام میں اختلاف ہے اصولی تعلیمات میں دونوں کتابوں کے درمیان یک سر موفرق نہیں پایا جاتا آج بھی ایک ناظر صریح طور پر محسوس کرسکتا ہے کہ یہ دونوں چشمے ایک منبع سے نکلے ہوئے ہیں''۔۶۱

موجودہ تورات کے محرف ہونے کا ثبوت

صاحب تدبر قرآن کے نزدیک تحریف کا مفہوم ہے ''حرف الشیٔ عن وجہہ'' جس کے معنی ہیں ''کسی شے کو اس کے صحیح رخ سے موڑ کر دوسری سمت میں کر دینا'' اسی سے ''حرف الکلام'' ہے جس کے معنی بات یا کلام کے بدل دینے کے ہیں۔۶۲ تحریف پر تحریف کا اطلاق صرف اسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ دانستہ طور پر بوجھ بوجھ رکھنے کے باوجود کی جائے۔ یہی علم و شعور ہے جو در حقیقت تحریف کو ایک سنگین جرم بناتا ہے۔ یہودیوں کے علماء اسی سنگین جرم کے مرتکب ہوئے تھے جس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وقد کان فریق منهم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه وهم

یعلمون۔۶۳

تحریف سے متعلق آیات کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب ضیاء القرآن رقم طراز ہیں:

''تحریف دو طرح کی ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ الفاظ میں ہی ردو بدل کر دیا۔ اصل عبارت کچھ تھی اس کو بگاڑ کر رکھ دیا دوسری یہ کہ الفاظ میں تو قطع و برید نہ کی لیکن اس کا مفہوم غلط بیان کر دیا۔ یہود اپنی آسمانی کتاب میں دونوں طرح کی تحریف سے باز نہیں آتے تھے''۔۶۴

یحرفون الکلمه عن مواضعه ۶۵ کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں: ''یہود تورات میں موجود اللہ تعالیٰ کے احکام کو پھیر دیتے تھے ایک قول یہ کہا گیا کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی نعت کو بدلنا ہے ایک قول ہے کہ غلط تاویل کرنا یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کے دل کی سختی بیان کرنے کے لیے آیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف اور اس پر افتراء باندھنا انتہائی سخت دل ہونے کا نتیجہ ہے''۔۶۶

قرآن کریم نے تورات کو محرف اور موضوع بھی فرمایا ہے اور اس کی تصدیق بھی کی ہے اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کل موجودہ تورات کو قرآن مجید محرف اور موضوع نہیں فرماتا اور نہ کل کی تصدیق کرتا ہے یعنی قرآن کریم پوری تورات کو تحریف شدہ قرار نہیں دیتا بلکہ صرف ان مقامات کو جہاں علماء یہود نے تبدیلیاں کر دیں اور اسی طرح قرآن مجید پوری تورات کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ صرف ان مقامات کا مصدق ہے جن مقامات پر احکام الٰہی آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔

موجودہ تورات کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے:

تورات کی بعض آیات ایسی ہیں جو آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ قرآن مجید نے جو فرمایا ہے کہ وہ تورات کا مصدق ہے اس کا تعلق ان ہی آیات سے ہے۔ ذیل میں تورات کی ان چند آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو قرآن کے معیار پر پورا اترتی ہیں۔

تورات کی آیات

۱۔ ''سن اے اسرائیل! خداوند ایک ہی خداوند ہے'' (استثناء باب ۵: آیت ۴)

۲۔ اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں۔ (استثناء باب ۱۹: آیت ۲۱)

۳۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا۔ (استثناء باب ۲۷: آیت ۱۶)

۴۔ تو اپنے بھائی کو سود پر قرض مت دینا۔ (استثناء باب ۲۳: آیت ۳۲)

۵۔ جو جانور آپ ہی مر جائے اسے نہ کھانا، خون کو نہ کھانا، سور کو نہ کھانا، مردار یا درندہ کے پھاڑے ہوئے جانور کو نہ کھانا۔ (استثناء، احبار)

قرآن مجید کی آیات

۱۔ والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم ۔ ۲۷

۲۔ وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص ۔ ۲۸

۳۔ وبالوالدین احسانا ۔ ۲۹

۴۔ واحل اللہ بیع وحرم الربوا ۔ ۳۰

۵۔ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع ۔ ۳۱

حرف آخر

۱۔ یہودیت کا مذہبی ادب ۳۸ کتابوں پر مشتمل ہے جس کا مجموعہ عہد قدیم کہلاتا ہے۔ ان میں سے ہر کتاب کسی نہ کسی نبی کی طرف منسوب کی گئی ہے مگر ہمارے نزدیک صرف اس کتاب کو ہی قطعیت کے ساتھ کسی نبی کی طرف سے منسوب کیا جا سکتا ہے جس کی گواہی قرآن کریم نے دی ہو بصورت دیگر کسی کتاب کو قطعیت کے ساتھ کسی نبی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ تورات سات بار تلف ہوئی اور کسی کتاب کا اتنی بار صفحۂ ہستی سے ناپید ہونا ہی اس کے اصلی نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

۳۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے تورات کو بالمعنی طور پر جمع کیا تھا اور اس کے بعد بھی تورات کئی مرتبہ ضائع ہوئی اور اسے بالمعنی طور پر جمع کیا جاتا رہا۔ کسی کتاب کے گم ہو جانے کے بعد اسے بالمعنی طور پر جمع کرنا بھی اس کتاب کے اصلی ہونے کے دعویٰ کو زائل کرتا ہے۔

۴۔ اصل تورات عبرانی زبان میں تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہودیوں کے علم و ادب اور زبانوں میں تبدیلی آئی جس کی وجہ سے تورات یونانی زبان میں منتقل ہوئی اور زبان کی تبدیلی سے بھی تورات کی اصل حیثیت بڑی حد تک متاثر ہوئی۔

۵۔ تورات کے اصلی نہ ہونے کے ثبوت اتنے ٹھوس اور واضح ہیں کہ خود یہودی اور عیسائی علماء کو بھی تورات میں تحریف و تبدیل کا اعتراف کرنا پڑا۔

۶۔ تورات کے اصلی حالت میں برقرار نہ رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے خدائی ضمانت حاصل نہ تھی۔

۷۔ قرآن مجید کی رو سے تورات دو حصوں میں منقسم ہے ایک اصل تورات جس کی قرآن مجید تعریف و تصدیق کرتا ہے دوسری موجودہ تورات جسے قرآن نے محرف قرار دیا ہے۔

۸۔ قرآن کریم ایک طرف تورات کی تعریف و تصدیق کرتا ہے جب کہ دوسری طرف تورات کو محرف قرار دیتا ہے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ پوری تورات تصدیق شدہ ہے اور نہ ہی تحریف شدہ جہاں یہودیوں نے تبدیلیاں کیں ان مقامات کو قرآن کریم نے محرف قرار دیا اور جو احکامات آج بھی تورات میں اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ بائبل (Bible) یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔ بائبل کے دو اہم حصے ہیں۔ (۱) عہد نامہ عتیق Old testament (۲) عہد نامہ جدید New testament کل بائبل تمام عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے لیکن یہودیوں کی مذہبی کتاب صرف عہد عتیق ہے۔

۲۔ تورات عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی شریعت اور تعلیم کے ہیں۔ تورات کا لفظ مجازی طور پر عہد عتیق کے مجموعے پر بھی بولا جاتا ہے۔

۳۔ یہ لفظ سین کی کسرہ اور فا کے سکون کے ساتھ "سِفر" ہے جس کے معنی عربی زبان میں صحیفہ اور کتاب کے آتے ہیں۔

۴۔ یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے اور ان کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کے پیغمبر ہوئے۔

۵۔ اس میں حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی حالت زار کی تفصیل ہے جس میں کوئی بادشاہ نہ تھا اس زمانے کو قاضیوں کا زمانہ کہتے ہیں۔ اس لیے اس کتاب کا نام قضاۃ ہے۔

۶۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے دادا عوبیدہ کی والدہ جناب راعوت کے احوال مذکور ہیں یہ کتاب انہیں کے نام پر ہے۔

۷۔ یہ حضرت صموئیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت کالب علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے۔

۸۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت اور طالوت (جس کو بائبل میں ساؤل کہا گیا ہے) کے بیٹوں سے ان کی جنگ کے احوال مذکور ہیں۔

۹۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بڑھاپے، وفات، حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی ان کے دور حکومت اور وفات کا ذکر موجود ہے۔

۱۰۔ اس میں حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت الیسع علیہ السلام کے احوال بھی آگئے ہیں۔

۱۱۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام تک کا مکمل شجرہ نسب موجود ہے۔

۱۲۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت اور نبوکد نضر (بخت نصر) کے یروشلم پر چڑھائی کرنے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳۔ یہ حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس میں حضرت عزیر علیہ السلام کا جلاوطن یہودیوں کو اپنے وطن واپس لانے کا واقعہ مذکور ہے۔

۱۴۔ اس میں حضرت نحمیاہ علیہ السلام کا حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت المقدس کے اجڑنے کے بعد اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۵۔ یہ کتاب حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جس میں آپ علیہ السلام پر آنے والی آزمائشوں کا ذکر ہے۔

۱۶۔ اس کتاب کا حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے یہ حمد و ثنا اور نصیحت کے نغمات پر مشتمل ہے۔

۱۷۔ یہ امثال اور حکمتوں کا مجموعہ ہے اور عبرانی حضرات کا دعویٰ ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مرتب فرمایا ہے۔

۱۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام جامعہ (واعظ) تھا اور اس کتاب میں اسی کی نصیحتیں مذکور ہیں۔

۱۹۔ بقول نصاریٰ یہ ان گیتوں کا مجموعہ ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہے تھے۔

۲۰۔ یہ حضرت اشعیاء بن آموص علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو آٹھویں صدی قبل مسیح میں یہوداہ کے بادشاہ حزقیاہ کے خاص مشیر تھے۔

۲۱۔ یہ حضرت ارمیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت اشعیاء علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔

۲۲۔ یہ مرثیے اور نوحے کا مجموعہ ہے جس کو نصاریٰ نے حضرت ارمیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۳۔ یہ حضرت حزقیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس میں نصیحتوں اور پیشگوئیوں کا بیان ہے۔

۲۴۔ یہ حضرت دانیال علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر ہے۔

۲۵۔ تورات کی روایت کے مطابق یہ ہوسیع بن بیری نبی کی طرف منسوب ہے جو نویں صدی قبل مسیح کی شخصیت تھے۔ (اسلامی کتب میں ان کا ذکر نہیں ملتا)

۲۶۔ بقول تورات اس میں یوایل نبی پر نازل شدہ کلام مذکور ہے۔

۲۷۔ یہ بقول تورات حضرت عاموس علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو تقریباً ۷۸۳ ق م میں نبی ہوئے۔

۲۸۔ بقول نصاریٰ اس میں حضرت عبدیاہ علیہ السلام کا ایک خواب مذکور ہے اس خواب میں شہر ادوم Adom کے متعلق کچھ پیشگوئیاں ہیں۔

۲۹۔ یہ مشہور پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس میں ان کے نینوا کی جانب مبعوث ہونے کا ذکر ہے۔

۳۰۔ یہ حضرت میکاہ مورشتی علیہ السلام کی جانب منسوب ہے جو تقریباً نویں صدی ق م میں شاہ حزقیاہ کے زمانے میں مبعوث ہوئے۔

۳۱۔ بقول تورات یہ ناحوم نبی کی طرف منسوب ہے جس میں ان کا ایک خواب مذکور ہے۔

۳۲۔ بقول تورات حبقوق بھی نبی ہیں تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بخت نصر کے حملہ یروشلم سے قبل تھے۔

۳۳۔ یہ بھی بقول تورات نبی ہیں اور یہوداہ کے بادشاہ یوسیاہ بن امون کے زمانے میں مبعوث ہوئے یہ کتاب انہیں کی طرف منسوب ہے۔

۳۴۔ یہ حضرت حجی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو بخت نصر کے حملے کے بعد تقریباً ۵۲۲ ق م میں مبعوث ہوئے۔

۳۵۔ یہ حضرت ذکریا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو بقول تورات یروشلم کی تعمیر میں حضرت حجی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

۳۶۔ یہ حضرت ملاخیا علیہ السلام کی جانب منسوب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۴۲۰ سال قبل گزرے ہیں اور عہد قدیم کے آخری پیغمبر ہیں۔

۳۷۔ سامری یہودیوں کا ایک فرقہ ہے۔ جو فلسطین کے شہر سامرہ Somaria کی طرف منسوب ہے اس فرقے کے لوگ مسلمہ کتب کی تعداد میں اختلاف کرنے کے علاوہ عام یہودیوں کے برخلاف یروشلم کے بجائے کوہ جریزیم پر عبادت کرتے ہیں جو نابلس کے جنوب میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

۳۸۔ اس میں ایک یہودی عورت کا واقعہ ہے جو بخت نصر کے حملے کے بعد جلاوطن کیے جانے والے لوگوں میں شامل تھی۔

۳۹۔ یہ حضرت باروخ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو حضرت ارمیاہ علیہ السلام کے شاگرد اور ان کے کاتب وحی تھے۔

۴۰۔ یہ حضرت دانیال علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔

۴۱۔ اس میں ایک جلاوطن یہودی اور اس کے بیٹے کے طویل سفر اور اس کی عشقیہ داستان کا تذکرہ ہے۔

۴۲۔ یہ ایک یہودی عورت کی طرف منسوب ہے جس نے اپنی بہادری سے اپنی قوم کو شاہ اسور کے مظالم سے رہائی دلوائی۔

۴۳۔ اسے دانش سلیمان Wisdom of Solomon بھی کہتے ہیں اس میں مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

۴۴۔ یہ تقریباً ۲۰۰ ق م کے ایک شخص یسوع ابن سیراخ کے پوتے کی طرف سے منسوب ہے۔

۴۵۔ یہ مکابیوں کی پہلی کتاب ہے جس میں ان کی بغاوت کی سرگزشت ہے۔

۴۶۔ یہ مکابیوں کی دوسری کتاب ہے جس میں چند سالوں کی تاریخ اور نہایت ہی بیہودہ قسم کی روایات ہیں۔

۴۷۔ "وآتینا داود زبورا" ترجمہ: اور ہم نے عطا فرمائی داؤد علیہ السلام کو زبور۔ (القرآن ۴:۱۶۳)

۴۸۔ بائبل سے قرآن تک (ترجمہ و شرح اظہار الحق) مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔ ج ۱، صفحہ ۳۵۶_۳۰۵

۴۹۔ فاذا جاء وعد الآخرة ۔۔۔ ترجمہ: پس جب آ گیا دوسرا وعدہ (تو اور ظالم ان پر غالب آ گئے) تاکہ خوفناک بنا دیں تمہارے چہروں کو اور تاکہ (جبراً) داخل ہو جائیں مسجد میں جیسے داخل ہوئے تھے پہلی مرتبہ تاکہ تباہ و برباد کر کے رکھ دیں جس پر قابو پائیں۔ (القرآن ۱۷:۷)

۵۰۔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، چوہدری غلام رسول، صفحہ ۳۷۲_۳۷۳

۵۱۔ تاریخ مذاہب، رشید احمد، صفحہ ۳۰۷

۵۲۔ ضیاء النبی۔ پیر کرم شاہ الازہری۔ جلد ۱، صفحہ ۱۰۴

۵۳۔ یہودیت قرآن کی روشنی میں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ صفحہ ۱۱

۵۴۔ تبیان القرآن۔ علامہ غلام رسول سعیدی۔ جلد ۲، صفحہ ۳۹

۵۵۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ بحوالہ بائبل سے قرآن تک (ترجمہ و شرح اظہار الحق)۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، جلد ۱، صفحہ ۵۴۲

۵۶۔ انسائیکلوپیڈیا ببلیکا۔ بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ۔ چوہدری غلام رسول۔ صفحہ ۳۷۸

۵۷۔ لفظ یہودیت کا اطلاق حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی نسل پر ہوتا ہے اس نسل کے اندر ربیوں اور احبار نے اپنے خیالات کے مطابق مذہبی قواعد وضوابط کا جو ڈھانچہ تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔

۵۸۔ " انا انزلنا التورٰة فيها هدى و نور " ترجمہ: بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے۔ (القرآن ۵:۴۴)

۵۹۔ " ولقد اتينا موسىٰ و هارون الفرقان وضياء و ذكر للمتقين " ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب دی جو متقین کے لیے روشنی اور نصیحت ہے (القرآن ۲۱:۴۸)

۶۰۔ "اس (اللہ عزوجل) نے حق کے ساتھ آپ ﷺ پر کتاب (قرآن مجید) نازل کی جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس نے تورات کو نازل کیا" (القرآن ۳:۳)

۶۱۔ تفہیم القرآن۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ جلد ۱، صفحہ ۲۳۴

۶۲۔ تدبر قرآن۔ مولانا امین احسن اصلاحی۔ جلد ۱، صفحہ ۲۵۲

۶۳۔ " بے شک ان (یہود) میں سے ایک گروہ تھا جو اللہ کا کلام سنتے تھے پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تحریف کر دیتے تھے" (القرآن ۲:۷۵)

۶۴۔ ضیاء القرآن۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ جلد ۱، صفحہ ۳۵۱

۶۵۔ " وہ (یہود) بدل دیتے ہیں (اللہ کے) کلام کو اپنی اصل جگہوں سے" (القرآن ۵:۱۳)

۶۶۔ تفسیر مظہری۔ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ جلد ۳، صفحہ ۹۷

۶۷۔ "اور تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا"۔ (القرآن ۲:۱۶۳)

۶۸۔ "اور ہم نے ان پر تورات میں فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں بدلہ ہے" (القرآن ۵:۴۵)

۶۹۔ "اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو" (القرآن ۱۷:۲۳)

۷۰۔ "اور اللہ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا" (القرآن ۲:۲۷۵)

۷۱۔ "تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر وقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ سے مارا ہوا اور گر کر مرا ہوا اور سینگ مارنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا ہو" (القرآن ۵:۳)

ہدایت وضلالت میں انتخاب کی آزادی

(سورہ نحل کی آیت نمبر ۹ کی روشنی میں)

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

وعلى الله قصد السبيل ومنها جائر ولو شاء لهدٰكم اجمعين۔ (النحل ۹)

"وعلی اللہ قصد السبیل" اس آیت کے دو طرح سے ترجمے کیئے گئے ہیں۔

۱۔ اور اللہ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے۔

۲۔ اور اللہ تک پہنچتا ہے سیدھا رستہ۔

ان دونوں ترجموں کی تائید قرآنی آیات سے ہوتی ہے۔ اس لئے یہ دونوں ترجمے اپنی اپنی تعبیرات و تفسیرات میں درست بیٹھتے ہیں۔

اول الذکر ترجمے کے باب میں قرآنی تائیدات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ انّ علينا للهدىٰ ۔ (الیل ۱۲)

بیشک سیدھا رستہ بتانا اور دکھانا ہمارا کام ہے۔

۲۔ انّ هدى الله هو الهدىٰ ۔ (البقرہ ۱۲۰)

بے شک خدا کی طرف سے ملنے والی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔

موخر الذکر ترجمے کے باب میں قرآنی تائیدات ملاحظہ ہوں:

۱۔ هذا صراط علىّ مستقيم۔ (الحجر ۴۱)

یہ سیدھی راہ تو ازن بدوشانہ انداز میں مجھ تک پہنچاتی ہے۔

یہاں علیّ بمعنی الیّ آیا ہے۔ (تفسیر ابن جریر)

۲۔ ان ربی على صراط مستقيم ۔ (ھود ۵۶)

بیشک میرا پروردگار زندگی کے توازن بدوش سیدھے رستے پر چلنے کے نتیجے میں ملتا ہے۔

اور اب اول الذکر ترجمے کے تحت مذکورہ بالا آیت کا مکمل مفہوم ملاحظہ کیجئے۔

یہ خدا کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معتدل رستے کی ہدایت فراہم کرے۔ کچھ رستے انحراف کے بھی ہیں۔ اگر خدا چاہے تو تم سب کو جبراً ہدایت پر کردے۔ (لیکن مجبور کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے اس نے ایسا نہیں کیا)۔

گذشتہ آیات میں خدا کی مختلف نعمتوں کا ذکر ہے۔ اور اس آیت کے مابعد آیات میں بھی مختلف نعمتوں کا ذکر ہے۔ اور آیت مذکورہ میں بھی ایک مخصوص نعمت کا بیان ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس آیت میں جس نعمت کا ذکر ہے وہ معنوی نوعیت کی ہے۔ جبکہ ماقبل و مابعد آیات میں جن نعمتوں کا ذکر ہے وہ مادی نوعیت کی ہیں۔ دراصل معنوی نعمت کو بیچ میں رکھ کر اس کی مرکزی حیثیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔

القصد (ض) کے معنی معتدل اور میانہ ہونے کے ہیں۔ لہٰذا قصد السّبیل کا معنی ہوگا۔ ہدایت کے رستے کا معتدل ہونا۔ بعض مفسرین مثلاً علامہ جار اللہ زمخشریؒ نے کشاف میں قصد کو قاصد کے معنی میں لیا ہے کہ جو جائر کا الٹ ہے۔ اور جائر کے معنی سیدھے رستے سے پھرنے والے کے ہیں۔ پس قاصد کا معنی ہوا۔ معتدل رستے پر چلنے والا۔

اس بارے میں کہ یہ امر معتدل تکوینی پہلو سے ہے یا تشریعی پہلو سے۔ مفسرین نے مختلف تفسیریں کی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ تکوینی پہلو کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ خدا نے انسان کو مختلف توانائیاں اور طرح طرح کی استعدادیں عطا فرمائی ہیں۔ بالخصوص استعداد و عقل کہ جو انسان کو اسکے تکامل وارتقاء کی راہ میں مدد فراہم کرتی ہے۔ یعنی انسان کو قصد السبیل یعنی میانہ رستے کی ہدایت پر مائل کرتی ہے۔ تشریعی پہلو کی وضاحت اسطرح سے ہے کہ اللہ نے انسانوں کے لئے اپنے نبیوں کو ضروری ہدایات کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ یہ وہ ہدایات ہیں جو خیر و شر، صحیح و غلط اور حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیتی ہیں۔ قصد السبیل کی ضرورت و اہمیت اور عظمت و رفعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ نے اسے اپنا فریضہ قرار دیتے ہوئے ''علی اللہ'' فرمایا ہے یعنی اس ہدایت کا دینا خدا پر لازم ہے۔

آیت میں منھا کی ضمیر ''سبیل'' کی طرف لوٹتی ہے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تعود علی السبیل وھی مونثة الحجاز۔ منھا کی ضمیر سبیل کی طرف لوٹتی ہے۔ جو لغت حجاز میں مؤنث ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ لفظ مذکر و مؤنث ہر دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

مذکر کی مثال کے لئے ملاحظہ ہو۔

وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ج وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا۔

(الاعراف ۷/۱۴۶)

اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا رستہ نہ بنائیں۔ اور اگر ضلالت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا رستہ بنالیں۔

آیت میں ''یتخذوہ'' میں ضمیرہ، سبیل کی طرف راجع ہے جو کہ مذکر ہے اور مؤنث کی مثال کے لئے ملاحظہ ہو:

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ۔ (یوسف/۱۰۸)

کہہ دیجئے یہ میرا طریق ہے۔ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ یہاں سبیلی سے پہلے ھذہ میں ضمیر مؤنث کی آئی ہے۔ بہر کیف ضمیر مذکر ہو یا مؤنث، اس سے نفس مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں ضمیر کو السبیل کی طرف راجع کرنے میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کے ذریعے وحی کے توسط سے قصد السبیل بتاتا ہے پھر چونکہ اسی قصد السبیل سے جائر رستے نکال لیے جاتے ہیں اس لیے ایک وحی کے بعد دوسری وحی کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ تاکہ وحی تازہ کے ذریعے قصد السبیل کو پھر سے ظاہر کر دیا جائے۔

چونکہ قصد السبیل اب قرآن مجید کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے جو ہر طرح کی کمی وبیشی سے پاک ہے۔ اسلئے جائر رستوں کی حقیقت ہمیں اسکے ذریعے سے معلوم ہو سکتی ہے یوں کسی تازہ وحی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہاں صرف ضمیر کے مرجع سے اتنا اہم مضمون پیدا ہوا ہے۔ اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ایسی ہدایت ہے کہ جس نے ضلالت کے رستوں کو بھی واضح کر دیا ہے۔ یعنی بتادیا ہے کہ ہر وہ رستہ جائر (ظالمانہ) ہے۔ جو قرآن سے ہٹ کر بنایا گیا ہے۔

قصد السبیل کے ساتھ جائر کا ذکر اس امر کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس کائنات رنگ و بو میں انسان کو ذی ارادہ بنایا گیا ہے۔ اور اپنے عمل کا خود مختار بھی۔ کیونکہ اگر اسکی مشیت، جبر کا تقاضا کرتی تو وہ انسان کو ارادے اور اختیار کی آزادی ہی نہ دیتا۔ پھر انسان دیگر جانداروں کی طرح قانون جبر کا پابند ہوتا۔ نہ تو مستقبل بین ہوتا نہ جہاں بین۔ انسان کو اسکے ارادہ اور اختیار کی آزادی نے ہی اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے۔ اسی لیے تو وہ ''ولقد کرمنا بنی ادم'' کا تاج کرامت اپنے سر پر سجائے تسخیر کائنات میں مصروف تگ و تاز ہے۔

انسان کے کمال وارتقاء کے لئے چونکہ اختیار وارادے کی آزادی بنیادی عامل کا کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے اس مختصر سے فقرے میں پوری حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔ ولو

شاء لھدٰکم اجمعین ۔یعنی اگر خدا چاہتا تو تم سب کو جبراً ہدایت یافتہ کر دیتا۔لیکن اس نے ایسا نہیں کیا ۔کیونکہ جبری ہدایت تمہارے ارادے واختیار کو توڑ کر رکھ دیتی۔ پھر تمہاری نیکی ،نیکی نہ ہوتی، تمہاری کسی خوبی اور صلاحیت میں تمہارا اپنا کوئی کردار نہ ہوتا۔ پھر تمہارا اچھا ہونا، نہ تمہارے لیئے باعث افتخار ہوتا اور نہ تمہارے تکامل وارتقاء کا ذریعہ۔ اس نے تمہیں اختیار کی آزادی بخشی تاکہ تم اپنی صلاحیتوں کو آزماؤ کیونکہ تکوینی وتشریعی ہر دو ہدایات تمہارے پاس موجود ہیں۔

بعض انسانوں کا منحرف راستوں کی طرف جانا اور بعض کا قصد السبیل کی طرف آنا انسانوں کے اختیار کی آزادی کی واضح دلیل ہے۔ ولو شاء لھدٰکم اجمعین ۔کا مطلب یہی ہے کہ خدا انسانوں کو اس زمین پر آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ اب یہ کام انسانوں کا ہے کہ وہ اس آزادی کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔لہٰذا یہ جس نے بھی کہا ہے غلط کہا ہے۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

اللہ نے انسان کو فجور وتقویٰ ،کی صلاحیتوں سے یکساں نوازا ہے یعنی وہ چاہے تو فجور کی راہ اختیار کرے اور چاہے تو تقویٰ کی۔

انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا ۔(الدھر/۳)

ہم نے اس کے لئے صحیح راستے کی ہدایت کر دی ہے۔ وہ چاہے تو ماننے والا بن جائے اور چاہے تو انکار کرنے والا۔ (اس انتخاب میں جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) حقیقت یہ ہے کہ لفظ "ہدایت" خود اس امر کی بہت بڑی شہادت ہے کہ انسان کو کسی نیکی یا بدی پر مجبور نہیں کیا گیا ہے کیونکہ ہدایت تو اسی کو دی جاتی ہے جو مجبور نہیں ہوتا۔ اور مجبور کے پاس اپنے ارادہ اور اختیار کا کوئی Option نہیں ہوتا۔ تاہم یہ بھی ایک بنیادی حقیقت ہے کہ عقل انسانی، ہدایت کی ان مستقل اقدار کو از خود وضع نہیں کر سکتی، جس کے مطابق حیات انسانی اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ یہ اقدار خدا کی طرف سے ملتی ہیں۔ اور انہیں وحی کہا جاتا ہے: قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ. (البقرہ/۱۲۰) آپ کہہ دیجئے۔ بے شک اللہ کی ہدایت وہی ہے جو وحی ہے۔

عقل انسانی کو اس وحی کی اسی طرح ضرورت ہے جسطرح انسانی آنکھ کو روشنی کی۔ وحی کی اس رہنمائی کو ہدایت خداوندی کہتے ہیں۔ جو انسان کو زندگی کی توازن بدوش راہ کی طرف کشاں کشاں لے چلتی ہے۔

تفسیر المسائل و الاحکام

اہل کتاب کے "مومنین" سے مراد کون لوگ ہیں؟

سوال: سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ میں اہل کتاب کے مومنوں کا ذکر ہے۔ ان میں کون سے اہل کتاب مراد ہیں۔ یہودی یا عیسائی؟ یا دونوں؟ اسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت ۱۹۹ میں بھی اہل کتاب کے مومنوں کا ذکر ملتا ہے۔ وہ کونسے اہل کتاب ہیں؟ (سید کمال احمد۔ ملیر)

جواب: سب سے پہلے تو پہلی آیت مسئولہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

ولو امن اہل الکتاب لکان خیرا لھم ، منھم المومنون واکثر ھم الفسقون.

(آل عمران/۱۱۰)

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا ان میں بعض تو مومن ہیں۔ لیکن اکثریت فاسقوں پر مشتمل ہے۔

اس آیت کے سیاق کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جن اہل کتاب کو "مومنون" کہا گیا ہے۔ ان سے مراد یہود ہیں۔ کیونکہ اگلی دو آیات میں جن امور کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کا تعلق بھی یہود سے ہی ہے۔ مثلاً:

۱۔ وہ جب تم سے جنگ کریں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے۔

۲۔ ان پر ذلت ومسکنت مسلط کر دی گئی ہے۔ (اسمیں انکی دینوی حالت کی طرف اشارہ ہے)

۳۔ وہ لوگوں سے کسی معاہدہ کے بغیر کہیں نہ رہ سکیں گے۔ خواہ وہ معاہدہ حبل اللہ کی صورت میں مسلمانوں کی حکومت سے کیا گیا ہو یا حبل من الناس کی صورت میں غیر مسلم حکومتوں سے ہو۔

۴۔ وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے ہیں۔ (اسمیں انکی دینی حالت نیز اخروی انجام کی طرف اشارہ ہے)

۵۔ انہوں نے ناحق قتل انبیاء کی کوششیں کی ہیں۔ یا انہوں نے ناحق، انبیاء کو قتل کیا ہے۔

مذکورہ بالا جرائم میں سے بعض کا بیان، یہودیوں کے تعلق سے سورۂ بقرہ/۶۱ میں بھی آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت مسئولہ یہودیوں کے تعلق کے خاص ہے۔

البتہ دوسری آیت مسئولہ میں مومن اہل کتاب سے مراد یہود ونصاریٰ دونوں کو لیا گیا ہے۔

پہلے ایک آیت ملاحظہ ہو پھر تفسیر:

وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خشعین للہ لا یشترون بایت اللہ ثمنا قلیلا ۔ (آل عمران/۱۹۹)

اور یقیناً اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں۔ جو ایمان باللہ کے حامل ہیں اور (اے مسلمانو!) جو کچھ تم پر اور ان پر نازل ہو چکا ہے اس کے بھی مومن ہیں اور وہ خدا کے احکام کے آگے خود کو جھکائے ہوئے ہیں۔ اور وہ آیات خداوندی کو تھوڑے داموں میں فروخت نہیں کرتے۔

یہاں پر وما انزل الیکم سے قرآن مجید اور وما انزل الیہم سے غیر تحریف شدہ کتاب (توریت وانجیل) مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل کتاب نے توریت وانجیل میں کتمان تحریف کا جرم نہیں کیا تھا۔ نہ بشارات کو چھپایا تھا نہ احکام کو بدلا تھا۔ دراصل 'لا یشترون' میں ان کی اس شاندار صفت کا بیان ہوا ہے۔ جو انکے ایمان کا ذریعہ بنی۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں اللہ کی آیتوں کو تھوڑے داموں میں نہیں بیچا۔ توریت وانجیل کے وہ احکام یا پیشگوئیاں جن سے آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کا اثبات ہوتا تھا۔ ان کو جاننے اور ماننے کا نتیجہ قرآن مجید کو جاننے اور ماننے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص ایمان کو نمایاں کیا اور بتایا کہ ان کا ایمان بے غل و غش ہے۔ کیونکہ وہ خشعین للہ کا مصداق ہیں۔

قرآن مجید نے ایک مقام پر علماء کی تعریف بایں الفاظ فرمائی ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۔ (فاطر/۲۸)

خدا کے حضور تو اس کے وہی بندے جھکتے ہیں جو (آثار فطرت) کا علم رکھتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے۔ وہ دراصل علماء ہی تھے۔ ان کے علم کی دلیل، انکی صفت خاشعیت ہے۔ اور دوسری دلیل لا یشترون میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ ان صفات کے مصادیق علماء ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا ۔ (البقرہ/۴۱) کے مخاطب بھی اصلاً علماء ہی ہیں کہ وہی اللہ کی آیتوں کو تھوڑے داموں میں بیچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور زمانہ نزول قرآن میں تو اکثر اہل کتاب کا یہی وطیرہ تھا پھر جنہوں نے کتمان حق اور اشتراء آیات کا ارتکاب کیا وہی مختوم القلوب ٹھہرے اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ انہیں توفیق ایمان نصیب ہوئی۔ اور وہی عند اللہ ماجور ہوئے۔

حافظ ابن کثیر کے مطابق یہودیوں میں سے مسلمان ہونے والے علماء کی تعداد دس تک نہیں پہنچی۔ البتہ عیسائیوں کی ایک قابل لحاظ تعداد مسلمان ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی عیسائیوں میں سے

چالیس اہل نجران، بتیس اہل حبشہ اور آٹھ اہل روم مسلمان ہوئے۔ واضح رہے کہ یہ تعداد فقط دور رسالت مآب ﷺ کی ہے۔ اسکے بعد بھی بیشمار لوگ داخل اسلام ہوئے ہیں۔ اسلیئے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت اپنے اندر پیشگوئی کا رنگ لیئے ہوئے ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ کے قبول اسلام کا مظاہرہ گاہ بگاہ باصرہ افروز یا سمع نواز ہوتا رہتا ہے۔ اور قرآنی صداقت کی شہادات پیش کرتا رہتا ہے۔

ابھی حال ہی میں گلشن اقبال (کراچی) کا ایک عیسائی پادری (عمانوئیل جان) مسلمان ہوا۔ اس کا اسلامی نام عبد اللہ شیخ رکھا گیا۔ اس نے راقم الحروف کی رہائش گاہ پر منعقد ہونے والی ماہانہ علمی و تحقیقی نشست میں ہماری دعوت پر اپنے قبول اسلام پر لیکچر بھی دیا۔ یہ واقعہ پیشگوئی کے رنگ میں قرآنی سچائی کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ ماضی قریب و بعید میں اہل کتاب کے متعدد اصحاب علم و فضل نے اسلام قبول کیا ہے۔ موریس بوکائے، علامہ اسد، مارماڈیوک پکتھال جیسے سینکڑوں نام ہماری تاریخ میں ہیرے کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ اور اب مستقبل قریب و بعید میں کتنے علمائے یہود و نصاریٰ مشرف بہ اسلام ہونے والے ہیں۔ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

لوطی نہیں، سدومی

السوال: لوطی، اس شخص کو کہتے ہیں جو اغلام باز ہو۔ کیا حضرت لوط علیہ السلام کے ماننے والے لوگ لوطی تھے۔ اس بارے میں صحیح کیا ہے؟ غلط کیا ہے؟ پلیز واضح کریں میں سخت ذہنی خلجان میں مبتلا ہوں۔

(سید عاطف علی، کراچی)

الجواب: جی ہاں! آپ نے درست لکھا ہے ہماری تقریباً تمام ہی اردو لغات میں لفظ "لوطی" کے معنی یہی لکھے گئے ہیں جو آپ نے بتائے ہیں۔ مگر میں اس معنی کو حضرت لوط علیہ السلام کی نسبت سے صحیح نہیں سمجھتا بلکہ اسے پیغمبر خدا کے ساتھ بے ادبی اور زیادتی پر محمول کرتا ہوں۔

میری ناقص رائے میں حضرت لوط علیہ السلام کے ماننے والوں اور فرمانبرداروں کو تو لوطی کہا جا سکتا ہے مگر ان گنہگاروں اور بدکاروں کو لوطی ہرگز نہیں کہا جا سکتا جو غضب الٰہی کا شکار ہو کر عذاب الٰہی کا نشانہ بنے۔ ایسے مجرموں کو حضرت لوط جیسے پیغمبر سے منسوب کرنا پیغمبر خدا کی شان میں سراسر گستاخی ہے۔ مگر افسوس کہ یہاں معاملہ الٹ ہو گیا ہے۔

اب لوطی، اس شخص کو کہتے ہیں، جو اغلام باز ہو۔ اور اس معنی کو اسقدر استحکام حاصل ہو گیا ہے

کہ علمائے کرام کے بقول:

"اگر کسی شخص نے۔۔۔۔تہمت لگائی اور پارسا مہمان کو کہا اے فاسق!

۔۔۔۔۔۔۔۔اے لوطی۔۔۔۔۔۔اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر تعزیر ہوگی"۔

(۱۹۲۱ء، احمد رضا بریلوی، تفسیر قرآن الحکیم، ۵۶۱) بحوالہ اردو لغت، ج ۱۶، اردو لغت بورڈ، (ترقی اردو بورڈ، کراچی) ۱۹۹۴ء، مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری

اس حوالہ سے بتانا یہ مقصود ہے کہ یہاں لفظ 'لوطی' کو گالی تصور کیا گیا ہے۔ اور اس لفظ کی نسبت کسی نیک انسان کی طرف کرنے کو لائق تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے وہ قوم سدوم اور عمورہ نامی بستیوں میں رہتی تھی۔ (بائبل، کتاب پیدائش، باب نمبر ۱۳، آیت نمبر ۱۳) اسی قوم میں بحیثیت مجموعی یہ لت سب سے پہلے پڑی کہ اس نے امرد پرستی (ہم جنس پرستی) کو بطور قومی تہذیب کے اختیار کیا۔ قرآن مجید نے یہ حقیقت سورہ عنکبوت (آیات ۲۸۔۲۷) اور سورہ الاعراف (آیات نمبر ۸۰۔۸۱) میں واشگاف کر دی ہے۔ بلاشبہ یہ فعل شنیع حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے اختیار کیا، جسکی پاداش میں وہ تباہ و برباد کر دی گئی۔ پھر اس قوم کا اس فعل بد کے باعث تباہ و برباد ہو جانا ہی اس امر کیلئے کافی دلیل ہے کہ اس غیر فطری و غیر اخلاقی عمل کی نسبت پیغمبر خدا کے نام مبارک سے کرنے کی بجائے اسی بڑی بستی (سدوم) کی طرف کی جائے، جو تباہ و برباد کی گئی یعنی اغلام بازوں کو بجائے لوطی کے سدومی کہا جائے۔

کتنی تعجب خیز بات ہے کہ اردو میں لفظ لوطی، جس معنی میں استعمال کیا جاتا ہے انگریزی میں اسے Sodomite یعنی سدومی ہی کہا جاتا ہے اور فعل لواطت کو Sodomy (سدومیت) کہتے ہیں دیکھیے: Hans Wehr-P.883, Lexicon-P.992, Al-Mawrid-P.875.

اس لئے میرے خیال میں اغلام بازی کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لیے اردو زبان میں بھی سدومیت اور اور اغلام باز کیلئے سدومی کا لفظ ہی استعمال کیا جانا چاہیے۔

تبصرہ کتب

خیابان مجاہد ملت

ترتیب: محمد صادق قصوری

صفحات: ۱۲۸، قیمت: دعائے خیر

ناشر: مجاہد ملت فاؤنڈیشن قصور

تبصرہ نگار: محمد اعظم سعیدی

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی ملکی، ملی، دینی اور تحریکی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے مجاہد ملت فاؤنڈیشن قائم کی گئی ہے، جسکے زیر اہتمام و انصرام قبل ازیں (۱) مجاہد ملت مشاہیر کی نظر میں (۲) ارمغان مجاہد ملت (۳) مجاہد ملت خطوط کے آئینے میں (۴) مجاہد ملت کا روحانی مقام (۵) مجاہد ملت اور تحریک ختم نبوت نامی کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اور اب 'خیابان مجاہد ملت' کے نام سے نئی تالیف سامنے آئی ہے۔

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، تعلیمی عہد سے آخری لمحہ حیات تک وہ حرکت میں رہے اور ان کی ہر حرکت میں منجانب اللہ برکت رہی۔ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں ان کا مثالی کردار پتھر پر کندہ انمٹ نقش ہے۔ اسی طرح دوسری تحاریک میں بھی ان کا کردار قابل ثبت ولازوال ہے، اگرچہ مولانا شاہ احمد نورانی سے علیحدہ ہونے کے بعد نواز شریف حکومت میں وزارت بلدیات قبول کرنا ان کے بے غرض ماضی سے میل نہیں کھاتا۔ اسکے باوجود بھی وہ کردار کے غازی ہی رہے اور تادم زیست اپنے مشعل کی طرح اپنے رفیع کردار کو خمیدہ نہیں ہونے دیا۔

زیر نظر کتاب میں مختلف لوگوں کے تاثرات اور احوال میل ملاقات شامل ہیں جس سے مولانا کی زندگی کے کئی گوشے سامنے آتے ہیں مثلاً مولانا باکرامت ولی کامل تھے، ایران و کویت میں ان لوگوں سے خطاب جو آپ کے طرہ کو دیکھنے کے لیے جمع ہوئے تھے، اور یہ کہ طرہ ان کی شناخت تھا، یا زندگی بھر مجرد رہنے میں ان کے آئیڈیل امام بخاری اور جمال الدین افغانی تھے وغیرہ۔

کتاب میں ۴۸ لوگوں کے تاثرات و نگارشات شامل ہیں، ۱۲۸ صفحات میں سے مجموعی طور پر ۴۳ صفحات فہرست و انتساب، پنجاب اسمبلی میں مولانا کے پڑھے گئے اشعار، کتاب ارمغان مجاہد ملت پر تبصرے و خطوط، ۳۲ مالی معاونین کی شکر گذاری اور مولانا مرحوم کے مزار اور تبرکات کی تصاویر کے لیے وقف ہیں، یہ کتاب ۱۵ روپے کے ٹکٹ بھیج کر درج ذیل پتہ سے مفت حاصل کی جا سکتی ہے:

مجاہد ملت فاؤنڈیشن، برج کلاں ضلع قصور پوسٹ کوڈ ۵۵۰۵۱ (صوبہ پنجاب)

مکاتیب امیر ملت

مولف: صادق علی قصوری

صفحات: ۱۴۴، قیمت: دعائے خیر

ناشر: مرکزی مجلس امیر ملت قصور

تبصرہ نگار: محمد اعظم سعیدی

پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ کی ہمہ گیر شخصیت ہمہ جہت خوبیوں سے مالا مال تھی، آپ علوم شرعیہ، علوم عصریہ، طریقت، مذہب، سیاست، ادب، حسن اخلاق، حسن معاشرت، اور رہنمائی ملت کے اعتبار سے بہت ہی مالدار تھے تحریک مسجد کانپور سے لیکر تحریک خلافت اور پھر تحریک پاکستان میں آپ کی لازوال جری خدمات کا تسلسل قائم نظر آتا ہے، آپ کے ایک ہاتھ میں شریعت کی قندیل تھی تو دوسرے ہاتھ میں طریقت کی شمع تھی، آپ علوم شرعیہ کے جید عالم، فقیہ اور محدث تھے تو علوم عصریہ وعقلیہ پر بھی کمال دسترس رکھتے تھے، آپ تشنگان علوم شریعت وطریقت کو سیراب کرنا فرض گردانتے تھے۔

زیر نظر کتاب حضرت امیر ملت کے اکسٹھ خطوط پر مشتمل ہے جو کہ ۴۲ شخصیتوں کے نام ہیں، ویسے تو ادب میں خطوط کی جداگانہ صنف مسلم ہے، لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو خطوط مجمع الاصناف ہوتے ہیں کہ ایک ہی خط میں کئی کئی عنوانات مرقوم ہوتے ہیں، تاریخی، علمی، ادبی، تفسیری رشحات کے علاوہ ان کے مطالعہ سے شخصی حالات کا بھی ادراک ہوتا ہے، اسی طرح حضرت امیر ملت کے خطوط میں بھی جہاں علمی، ادبی، مذہبی، فقہی، سیاسی اور روحانی مسائل پر بحث ملتی ہے وہاں ان کے وسیع تعلقات، احباب کے مسرت ومصائب کے حالات میں ان سے مسلسل رابطہ وغمگساری اور سالکین ومتوسلین کی حوصلہ افزائی کے شواہد ملتے ہیں۔

مولف نے ابتداء میں "امیر ملت کے ماہ وسال" کے عنوان سے آپ کا مختصر مگر بہت ہی جامع سوانحی خاکہ مرتب کر دیا ہے جو آپکی پیدائش ۱۸۴۱ء سے لے کر آپ کی وفات ۱۹۵۱ء پر محیط ہے یعنی ۱۱۰ سال کے عرصہ میں حضرت نے جو بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ سب تاریخ وار درج کر دیے گئے ہیں، علاوہ ازیں مولف نے عدم مذکور مقامات وافراد اور توضیح طلب جگہوں کی جس عرق ریزی سے حاشیہ آرائی کر کے نشاندہی کی ہے ان کی یہ سعی لائق ستائش ہے۔ یہ کتاب بھی درج ذیل پتہ سے پندرہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائی جا سکتی ہے:

مرکزی مجلس امیر ملت، برج کلاں، قصور، کوڈ نمبر ۵۵۰۵۱ (صوبہ پنجاب)

التفسیر اہل علم کی نظر میں

محمد ارشد

مدیر، اردو دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی (علامہ اقبال کیمپس)، لاہور

محترم المقام ڈاکٹر محمد شکیل اوج صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ سہ ماہی "التفسیر" کے اجراء پر مبارکباد قبول کیجیے۔ یہ مجلہ اگر صرف 'قرآنیات' تک محدود رہے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ بھارت میں اس وقت کم از کم دو مجلات 'علوم القرآن' (علی گڑھ) اور 'نظام القرآن' (سرائے میر) ایسے ہیں جن میں صرف قرآنیات سے متعلق مقالات چھپتے ہیں۔ اگر التفسیر بھی قرآنیات کے لیے وقف رہے تو پاکستان کے علمی وتحقیقی مجلات میں اس کی ایک امتیازی حیثیت قائم ہو جائے گی۔

تازہ شمارے میں استاذ مرحوم سید حسن مطہر ندوی پر دو تحریریں پڑھنے کو ملیں۔ حضرت الاستاذ کی یاد میں ایک کتاب۔ جس میں ان کے بارے میں آپ ایسے احباب کی تاثراتی تحریروں کے علاوہ خود ان کے مکاتیب اور دیگر منتخب تحریریں شامل ہوں گی، کی ترتیب وتدوین پر کام جاری ہے۔ اس میں مجلہ التفسیر میں شامل ان دونوں تحریروں کو شامل کیا جائے گا۔ اگر آپ کے پاس حضرت الاستاذ کے مکاتیب موجود ہوں تو ان کے زیراکس عنایت فرمائیں۔ والسلام

نیاز مند

محمد ارشد

انوار احمد زئی

چیئرمین، بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن

میرپور خاص، سندھ

محترم ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج صاحب السلام علیکم

"التفسیر" کے تازہ شمارہ کی رسید بذریعہ ٹیلیفون ارسال کر چکا ہوں۔ اب جبکہ پورا پرچہ پڑھ لیا تو رسید مزید خوش خدمت ہے۔ ہر مضمون وقیع، جامع اور معلومات افزا ہے جس کے لیے دیگر کے ساتھ آپ بھی لائق مبارکباد ہیں۔ سلیقے اور حسن طباعت کے نمبر الگ سے دیے جا سکتے ہیں۔ دیکھیے امتحانی بورڈ سے وابستہ ہونے سے